اسلام کا نظامِ عفّت وعصمت

از
(جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب استاذ دار العلوم معینیہ سانخہ)

(۲)

محبت اور پیار | بہرحال پہلا رکن سکون نفسی ہے جسے جنسی خواہشات سے تعبیر کر سکتے ہیں، اور اس رکن کا جائز حصول شادی ہی کے ذریعہ ہوگا۔ کہ شوہر اور بیوی میں ہر ایک دوسرے کی عفت کو پیش نظر رکھے، اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے جذبات کا پاس و لحاظ کرے۔ دوسرا رکن مودت و محبت ہے جس کا اثر تعامل و تعاون میں ظاہر ہو اور میاں بیوی اور دونوں کے خاندان میں یہ جذبہ مشترک طور پر پایا جائے اور تیسرا رکن رحمت ہے، جس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اولاد پیدا ہوتی ہے اور ماں باپ کی مشترکہ محبت و رحمت اولاد پر مرکوز ہوتی ہے[1]

پس معلوم ہوا کہ اسلام چاہتا ہے کہ خداوندی قانون میں رہ کر انسان اپنی شہوت پوری کرے اور اس سے اخلاق کی حفاظت اور عفت و عصمت کا کامل تحفظ ہو، سوسائٹی کے اندر کوئی فتنہ اور فساد نہ اٹھنے پائے، اور پھر اسی رشتۂ ازدواج سے محبت و سکینت اور مودت و رحمت کے چشمے ابلیں چنانچہ جہاں یہ مقاصد نکاح سے حاصل نہ ہو سکیں گے وہاں اس رشتہ کو توڑ ڈالنے کی اجازت دی گئی، جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ساری بندشوں کو توڑنا مجبوری میں جائز، مگر یہ کسی درجہ میں جائز نہیں کہ نکاح کے مقاصد کو دوسری چیزوں پر قربان کر دیا جائے اور عفت و اخلاق اور مسرت و محبت کی مٹی پلید کی جائے۔

---

[1] نداء للجنس اللطیف صد ۱۶ صد ۱۷

عفت وعصمت کا اجر | رب العزت نے عفت وعصمت اور اخلاق ومحبت کی حفاظت کا بڑا اجر رکھا ہے اور جگہ جگہ اسے بیان کیا ہے، ایک جگہ ارشاد فرمایا

وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (احزاب - ۵)

اور حفاظت کرنے والے مرد اپنی شہوت کی جگہ کو اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ نے ان کے لئے معافی اور بڑا ثواب رکھا ہے۔

مغفرت | اس آیت میں کتنی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ گوہرِ عصمت اور دُرِ عفت کا تحفظ رکھتے ہیں اخلاق واعمال میں تعفن پیدا نہیں ہونے دیتے خداوندی حدود میں رہ کر لذت ومسرت حاصل کرتے ہیں اور حدود اللہ کو توڑنے سے مکمل اجتناب کرتے ہیں، ان افراد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت تیار کر رکھی ہے اور اس کا بدلہ (جو بہت عظیم الشان ہے) رب العزت عطا فرمائے گا،

فلاح کامل | ایک دوسری آیت میں اخلاق وعفت اور پاکدامنی پر فلاحِ کامل کی خوش خبری دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن مسلمانوں نے فلاح پائی ان میں یہ لوگ بھی ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ (مومنون - ۱)

اور جو اپنی شہوت کی جگہ کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں سے اور اپنی لونڈیوں سے، سو ان پر کوئی الزام نہیں ہے، پھر جو کوئی اس کے سوا تلاش کرے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

نی شرمگاہوں کو حرام جگہوں سے بچاتے ہیں، عفت وعصمت کی زندگی گذارتے ہیں، اور نا ابھرتی ہے تو اسے حلال مقام میں پوری کرتے ہیں، اپنی بیویوں، جائز لونڈیوں اور اپنے شوہروں سے جنسی خواہشات میں سیراب ہوتے ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے یہ فلاح پانے والوں میں ہیں۔

یہ اور اس طرح کی دوسری آیتیں عفیف اور پارسا مرد اور عورت کے با اخلاق ہونے کو بتاتی ہیں اور ان کے لئے دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبودی اور کامیابی کا اعلان کرتی ہیں، اسی طرف حدیث میں اشارا ہے جو اوپر گذر چکی۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَلْقَی اللہَ طَاہِراً مُطَہَّراً جو اللہ سے پاک اور ستھرا ملنا چاہے اس کو شریف

فَلْیَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ (مشکوٰۃ کتاب النکاح) عورتوں سے شادی کرنی چاہئے۔

اور اسی کے لئے خود رب العزت نے ترغیب دیتے ہوئے فرمایا

فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ پس نکاح کرو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں

(النساء ۱-)

شادی میں اختیارات | اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کا حکم فرمایا ہے، اور ساتھ ہی اس میں اس طرف بھی اشارا ہے کہ ان عورتوں سے شادی کرو جو تم کو پسند ہوں، مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں بلا شبہ اس کی اجازت ملتی ہے کہ عورت میں سے اس کو اپنی زوجیت میں لے جو مرد کو بھاتی ہو، اسی طرح عورت کو بھی اس مسئلہ میں مجبور نہیں کیا گیا ہے اس کو بھی اس مسئلہ میں اپنی پسند کا اختیار ہے مگر حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے، اسلام نے شادی کے باب میں مرد و عورت دونوں کی رائے کو ترجیح دی ہے اور ان کی قبولیت کو بہرحال ضروری کہا ہے۔ اسلام سے پہلے اس باب میں ظلم ہوتا تھا، لڑکیوں پر ان کے والدین جبر ڈالتے اور ایسے لڑکوں سے ان کی شادی کردیا کرتے تھے جن کو لڑکیاں پسند نہیں کرتی تھیں، اسلام جب آیا تو اس نے اس ظلم کی بیخ کنی کو بھی ضروری سمجھا،

بالغ لڑکا یا لڑکی اس کا پابند ہرگز نہیں ہے کہ وہ خواہ مخواہ ایسے لڑکا لڑکی سے شادی کرلیں جن سے ان کے والدین یا ولی کردیں جس حد تک مشورہ کا تعلق ہے یہ درست ہے، والدین مشورہ دے سکتے ہیں خویش و اقارب اپنی رائے پیش کرسکتے ہیں اور سمجھنے والی بات ہو تو لڑکے کو منظور بھی کرلینا چاہئے مگر وہ مجبور نہیں ہے کہ اپنی عدمِ رضا کے باوجود قبول ہی کرلے۔

لڑکیوں کی اجازت | عورتیں جن کو ہندوستان کے ماحول میں ہم مجبورِ محض سمجھتے ہیں اسلام نے ان کو اتنا مجبور

ہرگز نہیں کیا ہے، لڑکوں اور مردوں کی طرح ان کو بھی اس باب میں بڑی حد تک آزادی ہے ان کی رضا
ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن متفق علیہ (مشکوۃ باب الولی)

شوہر دیدہ عورت کی شادی نہیں کی جائے جب تک اس کا حکم نہ لے لیا جائے اور باکرہ (کنواری) عورت کا اس وقت تک نکاح نہیں کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لے لی جائے

دوسری حدیث اس سے بھی واضح تر ہے۔

الایم احق بنفسها من ولیها والبکر تستاذن فی نفسها واذنها صماتها (مشکوۃ باب الولی)

شوہر دیدہ عورت خود اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کی ذات کے متعلق اجازت لے لی جائے، اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

تیسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں

الثیب احق بنفسها من ولیها والبکر یستاذنها ابوها واذنها صماتها (مشکوۃ باب الولی)

وہ عورت جو شوہر دیکھ چکی ہے بذات خود ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کا باپ اجازت حاصل کرے، اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔

اس تیسری روایت میں باپ کو بھی حکم ہے کہ اپنی باکرہ بالغہ لڑکی سے اجازت لے ان روایتوں کو سامنے
رکھ کر یہ ہو جاتا ہے کہ شادی میں عورت کی رضا ضروری ہے اس پر جبر کی شریعت نے اجازت
... مطلب بھی نہیں کہ عورت شادی میں والدین اور اپنے ولی کی رائے اور مشورہ پر عمل نہ کرے
. . . . اس کو بھی ان کی رائے پر عمل کی سعی کرنی چاہئے کہ یہ ان کے حق میں
رحیم و شفیق ہیں۔

عورتوں کی رضا | حدیث میں ایک صحابیہ حضرت خنساء بنت خذامؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کے باپ نے کسی شخص سے ان کی شادی کر دی ان کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، دربارِ نبوی میں حاضر ہو کر درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنساءؓ کی درخواست قبول کی اور ان کے باپ کے نکاح کو رد فرما دیا۔[1]

دوسرا واقعہ عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک باکرہ عورت رحمت عالم صلعم کی خدمت بابرکت میں آئی، اور بیان کیا کہ ان کے باپ نے اس کی شادی کر دی ہے اور اس کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اختیار دے دیا۔[2]

احمد اور نسائی وغیرہ میں ایک روایت آئی ہے کہ ایک جوان عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، کہ مرے باپ نے مری شادی مرے چچازاد بھائی سے کر دی ہے اور اس کے بعد عورت نے اپنی ناگواری کا اظہار کیا، یہ سن کر آنحضرت صلعم نے معاملہ اس عورت کے ہاتھ میں دے دیا کہ جی چاہے باقی رکھو جی چاہے رد کر دو اس عورت نے کہا کہ مرے باپ نے جو کیا اس کی اجازت دے چکی ہوں، لیکن میں عورتوں کو بتانا چاہتی تھی، کہ باپ کے ہاتھ یہ نہیں ہے کہ وہ جبر ڈال کر اس کی شادی کر دے اور وہ اس کو پسند نہ ہو۔[3]

ولی کے حق میں حدیث اور اس کا جواب | ان روایتوں کو پڑھ کر خود فیصلہ کیجئے، ہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ بلاشبہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ لانکاح الابولی کہ بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں ہے، اور یہ بھی آیا ہے

ايما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل	جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت حاصل کئے بغیر شادی کی وہ باطل ہے۔

ان حدیثوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مجنونہ یا صغیرہ کے لئے ہے یا جو شریعت کے خلاف ہو کر کے اس کے لئے ہے یا غیر کفو میں کرے اور ولی کو اعتراض ہو، یا یہ کہا جاتا ہے کہ نفی کمال مراد ہے، یا وہ جوابات ہیں جو اس سلسلہ میں دئے جاتے ہیں مگر اپنا دل خود اسے قبول نہیں کرتا، غور یہ کرنا ہے کہ اوپر جو حدیثیں

---

[1] مشکوۃ باب الولی [2] ایضاً [3] نداء للجنس اللطیف ص۱۵ و ابن ماجہ ص۱۳۶

نقل کی گئی ہیں وہ یقیناً صحیح ہیں اور اسناد کے اعتبار سے ان حدیثوں سے اعلیٰ اور بلاشبہ یہ باطل والی حدیثیں بھی درست ہیں مگر سوال یہ ہے کہ اس تعارض کے وقت میں کس کو ترجیح دیں گے، تمام ذخیرۂ احادیث کو سامنے رکھ کر پہلی حدیثوں کو ترجیح دینا ضروری ہو جاتا ہے، کہ اس مسئلہ میں عورت کی رائے اور مرضی ہی قابل ترجیح ہوگی، کیونکہ شادی عورت کی ہو رہی ہے، عفت و عصمت کا تعلق اس شادی سے عورت کو ہے، ولی کو ہرگز نہیں، پھر عہد نبوی کا واقعہ موجود ہے کہ آپ نے ایسے نکاح کو رد فرما دیا ہے جو عورت کی مرضی کے خلاف ہوا تھا، جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے، پھر قرآن کی یہ آیت سامنے رکھئے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	پس وہ جب اپنی عدت پوری کرلیں تو تم پر اس بات
فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	میں کوئی گناہ نہیں جو وہ عورتیں اپنے حق میں کریں

(بقرہ ۳۰)

اصول اور فیصلہ ان چیزوں کو سامنے رکھ کر ماننا پڑے گا کہ عورت کو اپنے معاملہ میں نپٹنے کی اجازت ہے یہ اس صورت میں ہے جب عورت اور اس کے ولی کی رائے میں اختلاف واقع ہو، ورنہ اچھی صورت یہی ہے کہ دونوں کی رضا شامل ہو اور اس معاملہ میں دونوں کی مشترکہ رائے پر عمل ہو، اس باب میں حضرت مولانا کشمیریؒ کی رائے بہت درست ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

"جو معاملہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے، شریعت نے اس میں طرفین کی حالت کی رعایت ملحوظ رکھی ہے اور ایسے باب میں مجموعہ احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے صرف ایک جانب پر نگاہ رکھ کر جو فیصلہ ہوگا اس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا پالینا مشکل ہے مثلاً زکوٰۃ کا معاملہ ہے اس کو معطی (دینے والا) اور عامل (وصول کرنے والا) دونوں سے تعلق ہے، معطی کے متعلق صراحت کے ساتھ ... ہے کہ اگر اس کے پاس عامل آئے تو اس کو خوش کرے، جو مانگے دے، انصاف کرے گا ... گا اور ظلم کو راہ دے گا تو اپنے لئے وبال لے گا کیونکہ تمام زکوٰۃ اس کی رضا میں ہے، ... ہے کہ لوگوں نے عامل کی شکایت کی آپ نے فرمایا اس کو خوش کرو۔ زکوٰۃ میں جیسا مال مانگے دو، پوچھنے والے نے کہا گو ظلم کرے تو بھی۔ فرمایا ہاں پھر بھی، دوسری طرف عامل کے متعلق

حدیث میں صراحت ہے کہ آپ نے فرمایا خبردار! مال والوں کا بہترین مال زکوٰۃ میں لینے سے پرہیز کرو مظلوم کی دعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے معطی کی ہدایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس معاملہ میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے جو بھی دے ظلم ہی کرے تو نہ بولے اور عامل کی حدیث پڑھیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کو زیادتی کا کوئی حق ہی نہیں ہے، انصاف سے جو معطی دے نہ دے نئے انصاف کا سررشتہ ہاتھ سے نہ جانے دے خود میاں بیوی کے معاملہ میں غور کیجئے ایک طرف بیوی کو حکم ہے کہ شوہر کو خوش رکھو بیوی کے لئے ذرا سی بدخلقی میں دوزخ کی وعید ہے مگر دوسری طرف شوہر کو فرمایا جارہا ہے کہ ایمان میں کامل تم میں وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو، اور اپنی بیوی کے لئے بہترین ہو ـــــــ ٹھیک اسی طرح عورت اور اس کے ولی کے معاملہ میں ہے عورت کو کہا جارہا ہے کہ تمہارے ولی کا حق ہے اور اس قدر حق ہے کہ بغیر اس کی اجازت نکاح باطل، اور ولی کو کہا جاتا ہے کہ عورت اپنے نفس کی تم سے زیادہ حقدار ہے، گویا ولی کو اس معاملہ میں دخل دینے کی ضرورت ہی نہیں مگر پورے ذخیرۂ احادیث کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ دونوں پر ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کی رضا کے بغیر نکاح نہ کرے، عورت کو ولی کی بات کا وسعت بھر پاس رکھنا چاہیئے اور ولی کو عورت کی رضا حاصل کرنا ضروری ہے، نہ ولی اس حد تک زیادتی کرے کہ عورت اپنے جائز حق سے محروم ہو جائے اور نہ عورت اتنی بے راہ روی اختیار کرے کہ ولی اور خاندان کے لئے عار بن جائے۔ بالغ عورت پر ولی کو جبر کا بالکل اختیار نہیں، ہاں مستحب ہے مشورہ دے نابالغ میں جبر کا البتہ اختیار ہے، اور جب ولی اور عورت کی رائے میں اختلاف ہوگا تو بالغہ عورت کی رائے کو ترجیح ہوگی، جس کی حدیث و قرآن سے تائید ہوتی ہے[1]

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح میں تنہا عورت کی رائے جائز نہیں کیونکہ ان کی عقل میں نقص ہے ان کا غور و فکر زیادہ اہم نہیں۔ پھر مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے ارباب حل و عقد مرد ہی ہیں پھر معاملہ جیسا ہے خود عورت کرے تو بے حیائی سے تعبیر ہو دوسرے آشنائی اور نکاح میں تمیز کے سلئے

[1] فیض الباری جلد رابع باب من قال لا نکاح الا بولی

اولیاء کا ہونا ضروری، تاکہ اس کی شہرت ہو سکے، اس لئے عورت کو ولی کی رائے لینی چاہئے مگر ولی کو بھی یہ اختیار ہرگز نہیں کہ صرف اپنی رائے سے عورت کی شادی کر دے، اس لئے کہ معاملہ عورت کا ہے اور اپنا معاملہ جو وہ سمجھتی ہے مرد نہیں سمجھ سکتا، نفع و نقصان عورت کو پہنچنے والا ہے اس لئے اس سے حکم لینا ضروری ہے۔[1]

تمام مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت شادی کے معاملہ میں مجبور محض نہیں، ولی کے ہاتھ میں بے جان کٹھ پتلی نہیں کہ جہاں ولی چاہے اسے ڈال دیا جائے اس کا حکم اور اس کی خوشنودی بہر حال ضروری ہے نسبت جب کسی مرد سے درست کی جائے تو اس کو بتا کر جائز طریقہ سے اس کی رائے معلوم کر لی جائے۔ بغیر اس کی رضا کے ہرگز اس کو ذبح نہیں کیا جا سکتا، قرآن پاک نے جس سکون کو مقصد اولی قرار دیا ہے بغیر دونوں کی رضا کے غیر ممکن ہے۔ طلاق۔ خلع وغیرہ کے مسائل اسی لئے وضع کئے گئے۔

مرد کو اختیار | مرد کا جہاں تک معاملہ ہے اس میں بحث کی ضرورت ہی نہیں، بالغ لڑکے کی شادی بغیر اس کی رضا کے ہو ہی نہیں سکتی، اب عورت کے انتخاب کا مسئلہ رہا اس میں شریعت کا مشورہ ہے کہ دینداری کا لحاظ ہونا چاہئے، مالدار سے شادی کی جائے، غریب سے کی جائے، اونچے حسب نسب والی سے کی جائے مگر ہر جگہ دینداری کا جائزہ لے لیا جائے۔ ارشادِ نبوی ہے۔

تنکح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك متفق عليه (مشکوٰۃ کتاب النکاح)	عورت سے چار چیزوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندان کی وجہ سے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے، پس تو دیندار کو لے کر کامیاب ہو، ترے ہاتھ گرد آلود ہوں۔

غرض مقصد یہ ہے کہ تم کو جیسی بھی عورت پسند ہو، مگر دینداری اس میں ہونی چاہئے مقصود اصلی دین ہو اور ضمنی طور پر خوبصورتی ہو، مالداری ہو، حسب نسب ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

---

[1] فیض الباری جلد ۴ باب من قال لا نکاح الا بولی و حجۃ اللہ البالغہ باب صفۃ النکاح ج ۲

حدیث میں ایک صحابی کا واقعہ مذکور ہے کہ اس نے خدمتِ نبوی میں آکر کہا کہ ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے، تو آپ نے فرمایا - دیکھ لو، اس لئے کہ انصاری عورتوں کی آنکھ میں کچھ عیب ہوتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ دیکھ بھال کر شادی کرو، بعد میں ایسی نوبت نہ آئے، کہ تم کو اس کی شکایت پیدا ہو۔
حضرت جابرؓ کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابھی حال میں شادی کی ہے، تو آپ نے دریافت فرمایا، باکرہ (بے بیاہی) ہے یا ثیبہ (بیاہی)؟ حضرت جابرؓ نے کہا ثیبہ ہے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فهلا بكراً تلاعبها وتلاعبك (مشکوٰۃ کتاب النکاح)	پس تو نے باکرہ عورت سے شادی کیوں نہ کی، کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔

میں مانتا ہوں کہ باکرہ اس لئے فرمایا کہ اس سے موافقت اور استوار عمل کی زیادہ امید ہوتی ہے کم پر راضی شاکر رہتی ہے، محبت زیادہ کرتی ہے، لیکن اگر اس سے خوبصورتی اور رعنائی بھی سمجھی جائے تو کیا برا ہے جبکہ حدیث کا لب ولہجہ بھی اس کی تائید میں ہے کہ آپس کی تفریح اور دلبستگی میں رعنائی اور پسندیدگی کو دخل ہے، اس سلسلہ کی دوسری حدیث میں ہے۔

عليكم بالابكار فانهن اعذب افواها وانتق ارحاما وارضى باليسير (مشکوٰۃ کتاب النکاح)	تم کو لازم ہے کنواری عورتوں سے نکاح کرنا، کہ وہ شیریں دہن ہوتی ہیں اور بہت بچے جنتی ہیں اور تھوڑے سے پر بہت راضی ہو جاتی ہیں۔

اس میں باکرہ کی خصوصیت خود حدیث میں مذکور ہے، اس میں بھی ایک پہلو ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی میں عورت کی دلربائی اور رعنائی دیکھی جائے تو یہ بری بات نہیں ہے،

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں

وكان صلى الله عليه وسلم يحرض امته على النكاح الابكار الحسان	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ترغیب دیتے کہ باکرہ، خوبصورت اور دیندار عورتوں سے شادی کرو

لہ مشکوٰۃ کتاب النکاح

ذوات الدین (زاد المعاد صفحہ ۳۶ج ۳)

خوبصورتی کا معیار | مگر واضح رہنا چاہئے کہ خوبصورتی کا مطلب صرف چہرے اور رنگ و روپ کی خوبصورتی نہیں ہے، بلکہ ساتھ ہی سیرت بھی خوب ہو، اخلاق و اعمال بھی پاکیزہ ہوں اور دین میں پختگی بھی ہو پھر خوب صورتی کا معیار رنگ و روپ میں بھی اپنے طبعی ذوق پر ہے، کسی آدمی کو خوبصورت وہ بھی معلوم ہوتی ہے جو بہتوں کی نگاہ میں بدصورت سمجھی جاتی ہے تو اب اس معاملہ میں دوسروں کی نگاہ کا اعتبار نہ ہوگا۔

سچی بات پوچھئے تو بہت سے لوگوں کے تجربات کی روشنی میں کہنا پڑتا ہے کہ خوبصورتی محبت سے پیدا ہوتی ہے، اور موافقت اور پسندیدہ سیرت سے، واقعات شاہد ہیں کہ محبت نے رنگ و روپ کی خوبصورتی کو غلط ثابت کر دیا ہے پھر اس وقت اور بھی جب اعمال و اخلاق اچھے نہ ہوں، اس لئے رنگ و روپ پر جان دینا عقلمندی نہیں ہے، ہاں دینداری اور پسندیدہ اعمال و اخلاق کے ساتھ خوبصورتی مل جائے تو نعمت سمجھنا چاہئے۔

ماحصل یہ ہے کہ اسلام نے عفت و عصمت کی حفاظت کی خاطر اس کی بھی اجازت دی ہے کہ آدمی ضمنی طور پر خوبصورتی اور حسن و جمال بھی طلب کرے مگر گوہر عصمت کی بے وقعتی کا ہرگز دھیان دل میں نہ آئے۔

نکاح کے پہلے عورت کو دیکھنا | اسلام نے عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ ممکن ہو تو بغیر کسی خاص اہتمام کے عورت کو دیکھ بھی سکتا ہے۔ حدیث میں ہے

اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظر الی مایدعوہ الی نکاحھا فلیفعل رواہ ابوداؤد	تم میں سے جب کوئی عورت کو پیام نکاح دے اور وہ دیکھنے پر قادر ہے ان چیزوں کے جو اس کے نکاح کے لئے داعی ہوں تو کرے

(مشکوٰۃ کتاب النکاح)

نکاح کے پہلے کسی مہذب طریقہ پر عورت کو دیکھ سکتا ہے تو دیکھ لے تاکہ آگے چل کر کوئی ندامت یا کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جس سے مقاصد نکاح کو نقصان پہنچے، کچھ ضروری نہیں ہے کہ خود ہی دیکھے، کوئی دوسرا دیکھ لے اور اس کے بیان پر اعتماد ہو تو یہی کرے، اس سے یہ بھی معلوم

ہوتا ہے کہ دوسری باتیں عورت کے متعلق جو معلوم کرنا چاہے معلوم کر سکتا ہے، دین، جمال مال اور حسب نسب سب کچھ دریافت کرا سکتا ہے،

مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شادی کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا، اسے دیکھا ہے؟ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں میں نے کہا نہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا

فانظر الیہا فانہ احری ان یودم بینکما رواہ احمد والترمذی | اس کو دیکھ لو کہ یہ باہمی تعلقات کی استواری کے مناسب ہے۔

(مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبۃ)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں نکاح سے پہلے اس عورت کو دیکھنا مستحب ہے جس سے نسبت آرہی ہے مگر یہ بات سمجھ لینی چاہئیے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی اجازت تو ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس طرح غیر قوموں کے یہاں دیکھنے کا طریقہ ہے وہ طریقہ ہمارے یہاں بھی جائز ہے، چہرہ اور ہتھیلی ان دو چیزوں کا ظاہر کرنا عورت کے لئے جائز ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا تو بس ہمارے یہاں اسی حد تک دیکھنا چاہئیے، تجسس دیکھنے میں ہرگز درست نہیں ہے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ عورت یہ سمجھ رہی ہو اور اس کو علم ہو کہ مجھے دیکھا جا رہا ہے، مرد کو کسی طرح اس کے متعلق یقین کے ساتھ ضروری معلومات ہو جانا چاہئیے۔

دیکھنے میں اعتدال آپ آگے پڑھیں گے کہ شریعت اسلام میں جو پہلی نگاہ پڑ جائے اس کی اجازت ہے باقی پھر دوبارہ ڈالی نہ جائے اس کی بھی اجازت نہیں ہے کہ مرد اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بات کرے یا اور اس طرح کی بہت ساری ہدایات آپ وہاں پڑھیں گے، ان کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی گو اجازت ہے مگر ضروری حد تک جائز ہے اس سے زیادہ بالکل نہیں، پھر شرط ہے کہ نگاہ پاکیزہ ہو اور دل میں کوئی روگ نہ ہو،

اسلام کا منشا تو یہ ہے کہ شادی میں ان تمام ضروری امور کا لحاظ رکھا جائے جس کی وجہ سے آئندہ کوئی بدمزگی نہ آنے پائے اور مقاصد نکاح پوری طرح اس رشتہ سے ادا ہوں، یہاں کہیں بھی افراط و تفریط

نہیں ہے۔ ہر چیز میں اعتدال کی حد تک اجازت اور حکم ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے۔

اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه الا ان تفعلوه تکن فتنة فی الارض وفساد عریض رواہ الترمذی (مشکوۃ کتاب النکاح)

اگر تمہاری طرف نکاح کا پیغام وہ شخص بھیجے، جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو پس اس سے نکاح کرو، ورنہ اگر تم نہ کرو گے تو زمین میں ایک فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

نکاح کا اعلان | فتنہ و فساد کے تمام سرچشموں کو بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے، سوسائٹی اور سماج کے اندر جس چیز سے بداخلاقی پیدا ہو، اگر حدود اللہ کو باقی رکھتے ہوئے، اسے بند کیا جا سکتا ہے، تو ضرور بند کر دینا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کا اعلان بڑی حد تک ضروری سمجھا ہے، کیونکہ اگر نکاح کا اعلان نہ ہوا تو اس سے مخالف بھی ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی کریں گے اور ممکن ہے وہ اس میں کامیاب بھی ہو جائیں عقل کا تقاضا بھی ہے کہ زنا اور نکاح کے درمیان ظاہری طور پر کوئی مابہ الامتیاز ضرور ہو،

اوپر اشارہ کر آیا ہوں کہ نکاح کی صحت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کے کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت گواہ ہوں، یعنی ان کی موجودگی میں ایجاب و قبول ہو، اور اولیٰ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس کا اعلان ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح رواہ احمد وغیرہ

حلال اور حرام کے درمیان فاصل شہرت اور نکاح میں لوگوں کو خبردار کرنا ہے

(مشکوۃ باب اعلان النکاح)

دوسری حدیث ہے

اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف رواہ الترمذی

اس نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مسجد میں کرو اور اس پر دف پیٹو۔ یعنی بجاؤ۔

(مشکوۃ باب اعلان النکاح)

مسجد میں نکاح کا ایک بڑا فائدہ اعلان بھی ہے، کہ ہر خاص و عام شریک ہوں، اور عام طور پر یہ معاملہ

معاملہ شہرت حاصل کر لے اور دف کا مقصد تو اعلان کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ اسلام میں فضول لہو ولعب کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔

نکاح کی شہرت کی ایک اور صورت

عورت کے پاس شب باشی کے بعد ولیمہ کی دعوت مستحب ہے، بخاری نے باب ہی باندھا ہے الولیمۃ حق اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا

قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم ولو بشاۃ

کہ مجھ سے نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ دعوتِ ولیمہ کرو، خواہ ایک ہی بکری سے ہو۔

اس سلسلہ میں حدیث کی کتابوں میں ایک مستقل باب ہے اور جس میں تذکرہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دعوتِ ولیمہ دی اور لوگوں کو جو میسر ہوا کھلایا، اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی، اس کے بہت سارے فائدوں میں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ نکاح کا اعلان ہوتا ہے

اس اعلان اور شہرت کا مقصد بھی یہی ہے کہ عفت وعصمت کی پوری طرح حفاظت عمل میں آئے اور کوئی اس راستہ سے ناجائز طور پر عفت کی مٹی پلید کرنے نہ پائے اور نکاح کے نام پر کوئی بدنیت کوئی دوسری کارروائی نہ کر سکے،

عفت کے خطرات کا سدباب

شادی ہو جانے کے بعد بھی کبھی کبھی میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں ضد اور اصرار کی وجہ سے عفت اور عصمت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ باتوں باتوں میں کوئی ایسا پہلو نکل آتا ہے جس سے ایک کو دوسرے سے بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے، بالخصوص عورتیں فطرۃً کچھ اس طرح واقع ہوئی ہیں کہ ان کی باتیں عموماً تیز و تند ہوتی ہیں، ناشکری تقریباً ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور ان کی عقل میں نقص ہے جس سے قدم قدم پر بدمزگی اور کشیدگی کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے اسلام نے اس امر کا پورا احساس کیا اور عورتوں کی اس کمزوری کو تسلیم کیا اور پھر مردوں کو اس سلسلہ میں مفید مشورہ دیا، تاکہ باہمی زندگی میں ناخوشگواری آنے نہ پائے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

استوصوا بالنساء خیراً فانھن خلقن

تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں سے بھلائی کرو، کیونکہ

من ضلع وانه اعوج شئ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء (متفق علیه (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)

وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا ہے لہٰذا تم اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر اس کو چھوڑ دو گے تو ہمیشہ کے لئے کجی رہ جائے گی اس لئے عورتوں کے متعلق نصیحت قبول کرو

عورت کی فطری کجی اور اس کے متعلق ہدایت | اس حدیث میں بتایا گیا کہ ٹیڑھا پن عورت کی سرشت میں داخل ہے جو اس سے جدا نہیں ہو سکتی ہے ہاں اس کی ضروری اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ بھی حکمت اور رفق و ملاطفت سے، اس لئے اس کی تو کوشش کی ہی نہیں جائے کہ وہ بالکل سیدھی ہو جائے اور ہر چیز میں مرد کے موافق ہو جائے اگر غلط فہمی سے کسی نے ایسی سعی کی تو پھر رشتہ خطرہ میں پڑ جائے گا۔ ہاں اس سے غافل بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ عورت اپنی من مانی کارروائی پر اتر آئے، کیونکہ میاں بیوی کے درمیان جو تعلقات ہیں وہ بہت گہرے ہیں، گھر کا سارا نظام دونوں کی مصالحت اور اتحاد عمل میں مضمر ہے، عورت زندگی کی ساتھی ہے اس سے ایک منٹ کے لئے ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے، اگر باہر کا سارا نظام مرد درست رکھتا ہے تو گھر کا اندرونی نظام سارا عورت کے ہاتھ میں ہے۔ گھر میں کھانے پینے کا نظم، بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت اور اس طرح کی دوسری تمام چیزیں عورت سے تعلق رکھتی ہیں، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میاں بیوی میں یگانگت اور موافقت نہ ہو، اور زندگی کی گاڑی حسن و خوبی سے چل سکے جس نے کہا ہے سچ کہا ہے کہ مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے لئے دو پہیئے ہیں بغیر ان دونوں کی درستی اور اتحاد عمل کے یہ زندگی کی گاڑی چل نہیں سکتی۔

فتح الباری نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی تھیں اور حضرت آدمؑ اس وقت چونکہ سوئے تھے اس لئے ان کو خبر بھی نہ ہوئی، استوصوا کے معنی لکھتے ہیں، یہ ہے کہ میں تم کو عورتوں کی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں لہٰذا ان کے حق میں میری نصیحت قبول کرو۔ اور جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بخاری نے اس کے بعد " باب قوله قوا انفسکم واھلیکم نارا " باندھا ہے، جس سے اشارہ کیا ہے کہ عورتوں کو اپنے حال پر چھوڑا نہ جائے بلکہ نرمی سے اس کی اصلاح کی جائے کہ اس

کی مرد پر ذمہ داری ہے، اور اس حدیث میں اس طرف راہ نمائی فرمائی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ مدارات اور ملاطفت کا برتاؤ کیا جائے، جس سے دلوں میں الفت و محبت جاگزیں ہو، اور اس میں سیاست یہ ہے کہ ان کی بہت سی تیز باتوں سے عفو اور درگذر کیا جائے اور ان کی بدخلقی پر صبر سے کام لیا جائے[1] نرمی سے اصلاح کی جائے بات سمجھنے کی ہے کہ جب خلقتاً اس میں کجی ہے تو اس کا بالکلیہ استیصال محال ہے، البتہ محبت اور نرمی سے اس کی اصلاح البتہ بقدر ضرورت ہو سکتی ہے، ایک دوسری حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

المرأۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج (بخاری باب المداراۃ بالنساء)

عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہے، اگر تو اسے سیدھا کرے گا تو اس کو توڑ ڈالے گا اور اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے گا تو اٹھا سکے گا اور اس میں کجی ہوگی

اس سے زیادہ واضح ایک روایت مسلم شریف میں آئی ہے ارشاد نبوی ہے

ان المرأۃ خلقت من ضلع لن تستقیم علی طریقۃ فان استمتعت بھا استمتعت بھا وبھا عوج وذھبت تقیمھا کسرتھا وکسرھا طلاقھا (مشکوۃ باب عشرۃ النساء)

عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے ایک طریقہ پر سیدھی نہ ہوگی اگر اس سے استمتاع چاہو تو اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اس میں کجی ہوگی اور سیدھا کرنے چلوگے تو توڑ دوگے اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

تجربات کی دنیا میں، ان حدیثوں کے سمجھنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہ آئے گی ہم اپنی زندگی میں رات دن دیکھتے ہیں عموماً عورتیں طبیعت کی ضدی اپنی بات پر اڑ جانے والی، اور بسا اوقات مدت سن بھی ہوتی ہیں پھر ان کو کبھی ایک حالت پر قرار نہیں، خوش رہیں تو سراپا شکر اور امتنان و تشکر اور اگر خفا ہو جائیں تو ناشکری کی انتہائی سرحد سے بھی پار ہو جائیں، چنانچہ سورج گہن والی روایت میں ہے

یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان

عورتیں اپنے شوہر کی نعمتوں کا کفر کرتی ہیں اور احسان

---

[1] فیض الباری ترجمہ وشرح اردو بخاری ص۱۲۲ ج۱ (نوٹ) یہ کتاب بخاری اور فتح الباری کا پرانا ترجمہ ہے زبان ایسی ہے کہ آج کل اس کا سمجھنا بھی مشکل ہوتا ہے فتح الباری کی عدم موجودگی کی وجہ سے اسی سے استفادہ کی سعی کی گئی ہے ۱۲ منہ

لو احسنت الی احداھن الدھر — نہیں مانتی ہیں اگر تم ان کے ساتھ ہمیشہ احسان کرو پھر
ثم رأت منک شیئا قالت ما رأیت — تم سے کوئی ایسی بات ہوئی جو اس کو پسند نہ ہوئی تو کہہ
منک خیرا قط (بخاری باب کفران العشیر) — اٹھے گی کہ میں نے تم سے کوئی بہتری کبھی دیکھی ہی نہیں

عورت کی کمزوری جدید تحقیقات میں | اگر مرد ایک ایک بات پر داروگیر شروع کر دے تو نباہ مشکل ہو جائے، مرد میں ضبط وتحمل کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس پر یہ ذمہ داری ہے کہ برداشت کرے، عورت فطرۃً اس معاملہ میں کمزور ہے، فرید وجدی آفندی نے المرأۃ المسلمہ نامی کتاب میں عورت کے مزاج کے متعلق بڑی بحث کی ہے، مولانا آزاد نے اس کا "مسلمان عورت" نام سے خلاصہ تحریر فرمایا ہے اس میں فرید وجدی لکھتے ہیں کہ، انیسویں صدی کی انسائیکلوپیڈیا کے مصنف نے عورت پر جو کچھ لکھا ہے اور جو نتیجہ نکالا ہے یہ ہے

"درحقیقت عورت کی جسمانی ترکیب قریب قریب بچے کی جسمانی ترکیب کے واقع ہوئی ہے، اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ بچے کی طرح عورت کا بھی حاسہ ہر قسم کے اثر سے بہت جلد اور بہت زیادہ متاثر ہو جاتا ہے، بچے کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی رنج اور افسوس کا واقعہ پیش آئے تو فوراً رونے لگتا ہے، اور اگر کوئی خوشی کی بات ہو تو بے اختیار ہو کر اچھلنے کودنے لگتا ہے قریب قریب یہی حال عورت کا ہے کہ بہ نسبت مرد کے بہت زیادہ اس قسم کے جذبات سے متاثر ہوتی ہے، کیونکہ یہ موثرات اس کے تصور پر اس طرح اثر ڈالتے ہیں کہ عقل کو ان سے لگاؤ نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان میں استقلال نہیں ہوتا اور اسی لئے سخت وخوفناک موقعوں پر عورت ثابت قدم نہیں رہ سکتی۔"[1]

عورت کی طبعی کمزوری | عورت اپنی قوت میں بھی مرد کے مقابل نہیں، تحمل اور صبر کا مادہ اس میں فطرۃً کم ہے کیونکہ ضبط اور برداشت کی قوت کا دارومدار عضلات کی طاقت پر ہے اور عورت کے عضلات نسبتاً کمزور ہوتے ہیں ڈاکٹر ...ئیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے۔

...یت سے اگر دیکھا جائے تو عورت کے جسم کے عضلات مرد کے عضلات سے اس درجہ مختلف ہیں ...ہ قوت کے لحاظ سے اول الذکر (عورت) کے عضلات اس قدر ضعیف ہیں کہ اگر کل طبعی قوت کے تین حصے کئے جائیں تو دو حصے قوت مرد کے حصے میں آئے گی اور صرف ایک حصہ قوت عورت میں ثابت ہوگی، عضلات کی حرکت کی سرعت اور ضبط کا بھی یہی حال ہے، مرد کے عضلات جسمی طور پر عورت کی نسبت حرکت میں زیادہ تیز اور اپنے فعل میں زیادہ قوی ہیں۔[2]

(باقی آئندہ)

[1] مسلمان عورت صفحہ ۳۶ [2] ایضاً صفحہ ۳